حصول علم دین کا صحیح منہج

مولوی اسامہ الفاروق
متعلم تخصص فی الفقہ، جامعہ

کتابی مطالعہ، اساتذہ کی صحبت اور اسلاف کا طرز عمل

علم کی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف محض کتابی مطالعے سے نہیں، بلکہ باقاعدہ سیکھنے اور حاصل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''يَا اَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ، وَالْفِقْهُ بِالتَّفَقُّهِ، وَمَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَإِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ.''

(المعجم الكبير للطبراني، رجال لم يسموا عن معاوية، ج:19، ص:395، ط:دار الصميعي – الرياض)

ترجمہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اے لوگو! علم صرف حاصل کرنے (اور سیکھنے) ہی سے حاصل ہوتا ہے، اور فقہ (دین کی گہری سمجھ) تفقّہ ہی سے حاصل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین میں فہم (سمجھ) عطا فرماتا ہے، اور بندوں میں سے اللہ سے ڈرنے والے تو صرف علم والے ہی ہیں۔''

اور علم دین کو صحیح طور پر سیکھنے کا بنیادی اور مستند طریقہ یہ ہے کہ اسے اہل علم کی زیر نگرانی اور ان کی صحبت میں رہ کر حاصل کیا جائے۔ جب اسلامی علوم باقاعدہ مدون اور کتب کی شکل میں مرتب نہیں ہوئے تھے، تو صحابہؓ و تابعینؒ نے یہ علم سینہ بہ سینہ، صحبت اور حفظ کے ذریعے منتقل کیا۔ پھر جب علوم کو کتب کی شکل میں محفوظ کر لیا گیا، تب بھی کتابیں پڑھنے کے لیے استاذ کا توسط اور رہنمائی لازمی قرار دی گئی۔ محض کتابوں کو سامنے رکھ کر خود مطالعہ کرنے (خودسری) کو کبھی علم کا معتبر ذریعہ نہیں مانا گیا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دین متین کی صحیح سمجھ کے لیے مستند علماء کی صحبت ناگزیر ہے:

''عَنْ اَبِيْ أمَامَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: ''خُذُوْا الْعِلْمَ قَبْلَ اَنْ يَّذْهَبَ.'' قَالُوْا: وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ يَا نَبِيَّ اللهِ! وَفِيْنَا كِتَابُ اللهِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ، ثُمَّ قَالَ: ''ثَكِلَتْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ! اَوَلَمْ تَكُنِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ فِيْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ، فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمْ شَيْئًا؟ إِنَّ ذَهَابَ الْعِلْمِ اَنْ يَّذْهَبَ حَمَلَتُهٗ، إِنَّ ذَهَابَ الْعِلْمِ اَنْ يَّذْهَبَ حَمَلَتُهٗ'' (مسند الدارمي، باب في ذهاب العلم، ج:1، ص: 308، رقم:246، ط:دار المغني، المملكة العربية السعودية)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''علم کے اٹھائے جانے سے پہلے اسے حاصل کرلو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! علم کیسے اٹھ جائے گا جبکہ ہمارے پاس کتاب اللہ (قرآن) موجود ہے؟ آپ ﷺ نے جلالی انداز میں فرمایا: ''تمہاری مائیں تمہیں روئیں! کیا تورات اور انجیل بنی اسرائیل کے پاس موجود نہ تھیں؟ لیکن (استاذ اور صحیح فہم نہ ہونے کی وجہ سے) وہ ان کے کچھ کام نہ آئیں۔ بے شک علم کا اٹھ جانا یہ ہے کہ اس کے حاملین (علماء) دنیا سے رخصت ہوجائیں۔''

جس طرح شریعت کے تمام علوم متصل سند سے ہم تک پہنچے ہیں، اسی طرح شریعت کا صحیح فہم اور اس کی روح بھی علماء کے مسلسل فیض سے ہی منتقل ہوتی ہے۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں:

''إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ، فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ''

(العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله، ج:1، ص: 25، ط:دار الخاني – الرياض)

ترجمہ: ''بے شک یہ علم دین ہے، لہٰذا تم یہ دیکھ لیا کرو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو؟''

اسی طرح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: ''مَا لِيْ اَرٰى عُلَمَاءَكُمْ يَذْهَبُوْنَ وَجُهَّالَكُمْ لَايَتَعَلَّمُونَ؟ تَعَلَّمُوْا قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ، فَإِنَّ رَفْعَ الْعِلْمِ ذَهَابُ الْعُلَمَاءِ'' (جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر، باب ما روي في قبض العلم وذهاب العلماء، ج:1، ص: 608، ط:دار ابن الجوزي – السعودية)

ترجمہ: ''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ''مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہارے علماء کو دیکھتا ہوں کہ وہ (دنیا سے) رخصت ہو رہے ہیں اور تمہارے جاہل (اور ناخواندہ لوگ) علم نہیں سیکھتے؟ علم کے اٹھائے جانے سے پہلے اسے حاصل کرلو، کیونکہ علم کا اٹھایا جانا علماء کے دنیا سے چلے جانے ہی کی صورت میں ہے۔''

تاریخ کے ہر دور میں جلیل القدر ائمہ نے خود ساختہ اور محض کتب پر انحصار کرنے والے مطالعے کی

سختی سے مذمت کی ہے۔ ''المجموع شرح المهذب'' میں ہے:

''فَقَدْ رُوِيْنَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تسَوَّدُوْا، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَفَقَّهْ قَبْلَ اَنْ تَرْاَسَ، فَإِذَا رَاَسْتَ فَلَا سَبِيْلَ إِلَى التَّفَقُّهِ... وَلَا يَحْفَظُ ابْتِدَاءً مِنَ الْكُتُبِ اسْتِقْلَالًا بَلْ يُصَحِّحُ عَلَى الشَّيْخِ كَمَا ذَكَرْنَا فَالاسْتِقْلَالُ بِذٰلِكَ مِنْ اَضَرِّ الْـمَفَاسِدِ، وَإِلٰى هٰذَا اَشَارَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ بِقَوْلِهٖ: مَنْ تَفَقَّهَ مِنَ الْكُتُبِ ضَيَّعَ الْاَحْكَامَ'' (المجموع شرح المهذب)

ترجمہ: ''ہم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: سردار (یا بڑا) بنائے جانے سے پہلے فقہ (دین کی تفہیم) حاصل کرلو۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا: سربراہ بننے سے پہلے فہم دین حاصل کرلو، کیونکہ جب تم سربراہ بن جاؤ گے تو پھر تفقہ (سیکھنے) کا موقع نہیں ملے گا۔ اور طالب علم کو چاہیے کہ وہ ابتداءً خود سے صرف کتابوں سے حفظ کرنا شروع نہ کرے، بلکہ پہلے استاذ سے تصحیح کروائے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، کیونکہ اس معاملے میں خودسر ہونا (بغیر استاذ کے پڑھنا) سب سے شدید نقصان دہ چیزوں میں سے ہے۔ اسی طرف امام شافعیؒ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے کہ جس نے صرف کتابوں سے تفقہ (علم) حاصل کیا، اس نے احکام کو ضائع کردیا۔''

اور ''تذكرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم'' میں بعض سلف صالحین کا قول بیان کیا گیا ہے:

''وَكَانَ بَعْضُهُمْ يَقُوْلُ: مِنْ اَعْظَمِ الْبَلِيَّةِ تَشَيُّخُ الصَّحِيْفَةِ اَيِ الَّذِيْنَ تَعَلَّمُوْا مِنَ الصُّحُفِ'' (الفصل الثاني في آدابه مع شيخه وقدوته، ص: 87، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: ''اور (سلف وعلماء میں سے) بعض فرمایا کرتے تھے: سب سے بڑی آزمائش اور مصیبت یہ ہے کہ کوئی شخص صرف صحائف (کتابوں اور ورقوں) کو اپنا استاذ/شیخ بنالے، یعنی وہ لوگ جو صرف کتابوں سے (بغیر کسی استاذ کے) علم حاصل کرتے ہیں۔''

اسی طرح ''الآداب الشرعية والمنح المرعية'' میں مذکور ہے:

''وَقِيْلَ: لِاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ مَسْجِدٍ كَذَا حَلْقَةٌ يَتَنَاظَرُوْنَ فِي الْفِقْهِ، فَقَالَ: لَهُمْ رَأْسٌ؟ فَقَالُوْا: لَا، قَالَ: لَا يَفْقَهُوْنَ اَبَدًا.'' (فصل صيانة المسجد عن اللغط ورفع الصوت، ج: 3، ص: 382، ط: عالم الكتب)

ترجمہ: ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب ایک مسجد کے حلقے کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ فقہ میں مناظرہ کررہے ہیں، تو آپ نے پوچھا: ''کیا ان کا کوئی سرپرست (استاذ) ہے؟'' لوگوں نے

کہا: ''نہیں'' تو آپ نے فرمایا: ''وہ کبھی فقیہ نہیں ہو سکتے۔''

صرف یہی نہیں بلکہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں دیکھا گیا کہ ان سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال پوچھا گیا جو خود ہی فقہی کتابیں پڑھتا اور مطالعہ کرتا ہے، اس کا کوئی استاذ (شیخ) نہیں ہے، اور وہ اپنے اسی کتابی مطالعے پر بھروسہ کر کے فتوے دیتا ہے؛ تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اس کے لیے کسی بھی صورت میں فتویٰ دینا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ وہ ایک عامی (عام ناخواندہ/غیر عالم) اور جاہل ہے، اسے معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ بلکہ جو شخص معتبر اساتذہ اور شیوخ سے علم حاصل کرتا ہے، اس کے لیے بھی صرف ایک یا دو کتابوں کو دیکھ کر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے، حتیٰ کہ امام نوویؒ نے فرمایا: دس کتابوں کو دیکھ کر بھی (فتویٰ دینا جائز) نہیں ہے؛ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دس کی دس یا بیس کی بیس کتابیں مذہب کی کسی ایک ضعیف (کمزور) بات پر متفق ہو بیٹھی ہوں، لہٰذا ان معاملات میں ان کی تقلید جائز نہیں۔

برخلاف اس ماہر کے جس نے علم کو اس کے اہلیت رکھنے والے اساتذہ سے حاصل کیا ہو اور اس کے اندر علم کی ایک راسخ اور پختہ صلاحیت (ملکہ) پیدا ہو چکی ہو؛ وہ صحیح اور غیر صحیح میں تمیز کر سکتا ہو اور مسائل کو ان سے متعلقہ تمام امور کے ساتھ قابل اعتماد طریقے پر جانتا ہو، پس یہی وہ شخص ہے جو لوگوں کو فتویٰ دے سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان (علمی) واسطہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

رہا اس کے علاوہ کوئی اور شخص، تو جب وہ اس شریف اور بلند منصب پر زبردستی چڑھنے کی کوشش کرے، تو اس کو سخت تعزیر (سزا) اور شدید ڈانٹ ڈپٹ لازماً کی جانی چاہیے، تاکہ وہ اور اس جیسے دیگر لوگ اس قبیح (برے) کام سے باز رہیں، جو بے شمار مفاسد اور خرابیوں کا باعث بنتا ہے۔ (شرح عقود رسم المفتي، ص: 15-16، ط:عالم الكتب)

لہٰذا علم سیکھنے کا مستند، محفوظ اور اسلم طریقہ یہی ہے کہ علم براہ راست اور بالمشافہ معتمد و باسند اساتذہ سے حاصل کیا جائے۔ ہاں! جب کسی طالب علم یا عالم کو اس طریقہ کار سے علم حاصل کرتے کرتے علوم کے مقاصد اور اصطلاحات کی تفہیم و بصیرت حاصل ہو جائے، تب اس کے لیے محض کتابوں کے مطالعے سے استفادہ کرنے اور علم میں وسعت پیدا کرنے کی اجازت ہے اور اس سے واقعی تفقہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس مرحلے تک پہنچے بغیر جو شخص صرف کتابوں پر اعتماد کر کے علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس سے فتنہ اور گمراہی کا صادر ہونا ایک عام سی بات ہے۔

اس حقیقت پر علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الموافقات'' میں وضاحت کے ساتھ بحث کی ہے:

''وَإِذَا ثَبَتَ اَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ اَخْذِ الْعِلْمِ عَنْ اَهْلِهٖ؛ فَلِذٰلِكَ طَرِيْقَانِ: اَحَدُهُمَا:

الْمُشَافَهَةُ... وَالطَّرِيْقُ الثَّانِيْ: مُطَالَعَةُ كُتُبِ الْمُصَنِّفِيْنَ...الخ''

(الموافقات للشاطبي، المقدمة الثانية عشرة، ج:1، ص:140-148، ط:دار ابن عفان)

ترجمہ: ''اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ علم کو اس کے اہل (علماء) سے حاصل کرنا ہی ضروری ہے، تو اس کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: بالمشافہ (براہ راست آمنے سامنے) بیٹھ کر حاصل کرنا، اور یہ دونوں طریقوں میں سے زیادہ فائدہ منداور محفوظ ترین طریقہ ہے، اس کی دو وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: وہ خاصیت جو اللہ تعالیٰ نے استاذ اور شاگرد کے درمیان رکھی ہے، جس کا شاہد ہر وہ شخص ہے جس نے علم اور علماء کے ساتھ وقت گزارا ہو، چنانچہ کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جنہیں طالب علم کتاب میں پڑھتا ہے، یاد کرتا ہے اور اپنے دل میں دہراتا ہے، لیکن وہ اسے نہیں سمجھ پاتا، پھر جب وہی مسئلہ استاذ اس کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ اسے اچانک سمجھ جاتا ہے اور مجلس میں ہی اسے اس کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ فہم یا تو کسی عادی سبب کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے یا پھر کسی غیر معمولی غیبی فیض کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ طالب علم کو استاذ کی مجلس میں عطا فرماتا ہے۔

اور اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ صحابہ کرامؓ کا آپ ﷺ کی وفات کے بعد اپنے احوال میں تبدیلی محسوس کرنا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر شاہد ہے۔ پس یہ طریقہ ہر لحاظ سے نفع بخش ہے۔ اور متقدمین میں سے بہت کم لوگ لکھا کرتے تھے، امام مالکؒ نے بھی لکھنے کو ناپسند فرمایا اور حفظ وفہم پر زور دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی لکھنے کی کراہت منقول ہے۔ لوگوں نے اس کی اجازت صرف اس وقت دی جب بھولنے کی بیماری عام ہوئی اور شریعت کے مٹ جانے کا اندیشہ ہوا۔

دوسرا طریقہ: مصنفین کی کتابوں اور تدوین شدہ دفاتر کا مطالعہ کرنا، اور یہ طریقہ بھی اپنے باب میں مفید ہے؛ لیکن دو شرطوں کے ساتھ:

پہلی شرط: طالب علم کو اس مطلوبہ علم کے مقاصد کی تفہیم اور اس کی اصطلاحات کی اتنی معرفت حاصل ہو چکی ہو، جس سے وہ کتابوں میں غور وفکر کرنے کے قابل ہو سکے۔ اور یہ چیز پہلے طریقے (علماء سے بالمشافہہ پڑھنے) سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی اس مقولے کا مطلب ہے کہ: علم پہلے لوگوں کے سینوں میں تھا، پھر کتابوں میں منتقل ہو گیا، لیکن اس کی چابیاں اب بھی رجال (علماء) کے ہاتھوں میں ہیں۔

دوسری شرط: وہ متعلقہ علم کے متقدمین (بنیادی وسابقہ) علماء کی کتابوں کو تلاش کر کے انہی کا مطالعہ کرے؛ کیونکہ وہ بعد میں آنے والے متأخرین کے مقابلے میں اس علم میں زیادہ پختہ اور ماہر ہیں۔ اور اس اصول کی بنیادی دلیل تجربہ اور مشاہدہ ہے۔'' (الموافقات للشاطبي، المقدمة الثانية عشرة)

درس نظامی اور عصری تقاضے

نتیجتاً مذکورہ اصولوں کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حصول علم کے لیے کوئی خاص ادارہ یا صرف ''درس نظامی'' کا روایتی نصاب ہی واحد ذریعہ نہیں ہے، بلکہ اصل اہمیت ان اصولوں، شرائط اور منہج کی ہے جن پر عمل کر کے علم دین حاصل کیا جاتا ہے۔ جہاں کہیں بھی شرعی اصولوں، ماہر فن اساتذہ کی زیر نگرانی، اور سلف صالحین کے منہج کے مطابق ہونے کی شرائط پوری ہوں، وہاں سے علم حاصل کرنا شرعاً درست ہے۔

ہاں! درس نظامی دینی علم سیکھنے کے لیے ایک منظم، آزمودہ اور مؤثر تعلیمی نظام ہے، جس سے صدیوں سے قابل اعتماد علماء کرام تیار ہوتے رہے ہیں۔ آج کے دور میں اگر یونیورسٹیز کے اسکالرز بھی علوم اسلامیہ کی تمام بنیادی شرائط کو پورا کرتے ہوئے کسی مستند استاذ کی نگرانی میں علم حاصل کر لیں اور اس درجے کو پہنچ جائیں کہ انہیں اعتماد کے ساتھ ''عالم'' کہا جا سکے، تو ان سے مستفید ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

اس کے برعکس جو شخص کسی استاذ کی رہنمائی اور صحبت کے بغیر محض کتب کے مطالعے پر انحصار کرتے ہوئے خود دین کی تشریح کرنے لگے، اس کا علم ناقص اور غیر معتبر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس فتنے کے بارے میں پہلے ہی خبردار فرما دیا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا، اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا.'' (صحيح مسلم، باب رفع العلم وقبضه، وظهور الجهل والفتن في آخر الزمان، ج:4، ص: 2058، رقم:2673، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے چھین کر نہیں اٹھائے گا، بلکہ علماء کو اٹھا کر علم کو قبض کر لے گا، یہاں تک کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

لہٰذا تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی لوگوں نے اہل علم کا دامن چھوڑ کر من مانا اور خود ساختہ مطالعہ کیا، معاشرے میں فکری گمراہی اور فتنوں نے جنم لیا۔ سلف صالحین کے منہج سے ہٹ کر بغیر استاذ اور اصول کے دین حاصل کرنا یا اس کی تبلیغ کرنا شرعاً سخت ناپسندیدہ اور خطرناک رویہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علوم شرعیہ، ان کے صحیح اور مستند منہج کے مطابق معتمد و باسند علماء کی سرپرستی میں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، علم نافع سے سرفراز فرمائے اور تمام فتنوں اور گمراہیوں سے محفوظ رکھے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....